حدود کے معاملات میں اصولِ شبہ اور اس کے قواعد

جناب ابو زہرہ/ ترجمہ: ڈاکٹر احمد حسن

اس قسم کے بارے میں امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ علم کا وہ درجہ ہے جہاں تک عام لوگ نہیں پہنچ سکتے۔ اور نہ ہی تمام خواص اس کے مکلف ہیں اور خواص میں سے جن کا اس درجہ تک پہنچنے کا امکان ہے ان کے لیے بھی ممکن نہیں کہ سب کے سب ان کو محال کر دیں، اگر ان خواص میں سے کافی تعداد ان پر عمل کرے تو ان کہ سوا دوسرے لوگ جو ان کو ترک کر دیں گے ان پر کوئی حرج نہیں ہے، ان شاء اللہ۔ تاہم جو ان پر عمل کریں گے ان کو ان پر فضیلت ہوگی جو ان کو چھوڑ دیں گے۔

یہ بات قابل لحاظ ہے کہ وہ سزائیں جن کی مقدار مقرر ہے ان کا تعلق پہلی قسم سے ہے۔ کیونکہ حدود اور قصاص کی سزائیں نص قرآنی یا حدیث نبوی سے ثابت ہیں اور ان پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ اس لئے یہ نہ تو تاویل سے ثابت ہوتی ہیں اور نہ قیاس سے۔ اس لئے جس شخص کیلئے ان کا جاننا ممکن ہو، اس کا عذر جہالت (لاعلمی کا بہانہ) قابل قبول نہیں۔ دارالاسلام میں کسی مسلمان یا غیر مسلم کے زنا اور قتل کی حرمت سے ناواقفیت کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس کا عذر لاعلمی قابل قبول نہیں اور یہ لاعلمی ایسا شبہ نہیں سمجھی جائے گی کہ جس سے مقررہ حد کو ساقط کر دیا جائے۔ بلکہ اگر کوئی مسلمان یہ کہے کہ اس کو حرمت زنا کا علم نہ تھا تو بجائے اس کے کہ یہ شبہ سمجھا جائے جرم ارتکاب کے ساتھ جرم جہالت بھی ہے۔ اور یہ اس وقت ہے جب وہ مسلمانوں کی آبادی میں سے نیا ہو اور نیا نیا اسلام لایا ہو۔ ہاں اگر ایسی صورت نہ ہو تو ناواقفیت کے شبہ سے اس کے دعویٰ کی تصدیق ہو جائے گی۔

اس لئے ہم اسلام سے ناواقفیت کی اس پہلی قسم کو دو قسموں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جہاں لاعلمی کا کوئی مقام شبہ یا امکان ہی نہ ہو۔ اس میں کسی کا دعویٰ جہالت ناقابل سماعت ہے۔ چنانچہ اگر کوئی مسلمان مسلمانوں کی بستی میں رہتا ہے اور وہ کہے کہ وہ حرمت زنا سے ناواقف تھا، اور اس کا ارتکاب کر بیٹھے تو اس کی لاعلمی کا عذر قابل قبول نہیں ہوگا اور نہ ہی ایسی لاعلمی شبہ شمار کی جائے گی۔ اگر لاعلمی کا امکان موجود ہو، مثلاً نو مسلم ہو یا دار الحرب سے دارالاسلام میں منتقل ہوا ہے تو اس کی لاعلمی کی بناء پر اس کو معذور سمجھا جائے گا اور ایسی ناواقفیت شبہ شمار کی جائے گی۔ چنانچہ ابن قدامہ المغنی میں لکھتے ہیں:

☆☆☆ اتحاد امت وقت کی اہم ضرورت ہے ☆☆☆

جو شخص حرمت زنا سے بے خبر ہو اس پر حد نہیں۔ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم نے کہا ہے کہ حد اس پر ہے جس کا علم ہو۔ جمہور علماء کی یہی رائے ہے۔ اگر زانی ناواقفیت کا دعویٰ کرے اور ناواقفیت کی گنجائش موجود ہو، نومسلم ہو یا صحراؤں، جنگلوں میں پرورش پائی ہو، تو اس کا عذر قابل قبول ہوگا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ وہ سچ کہہ رہا ہو۔ لیکن اگر وہ ایسا شخص ہو جس پر یہ بات مخفی نہیں رہ سکتی، جیسے ایک مسلمان ہو، جو مسلمانوں کے درمیان پلا بڑھا ہو، اور وہاں علماء بھی موجود ہوں، تو اس کا عذر جہالت نا قابل قبول ہے۔ اس لئے کہ ایسے آدمی پر حرمت زنا مخفی نہیں رہ سکتی۔ وہ جھوٹ کہتا ہے۔ ہاں اگر وہ یہ دعویٰ کرے کہ اس کو باطل یا فاسد ہونے کا علم نہ تھا تو یہ عذر قبول ہوگا، اس لئے کہ حضرت عمر نے عدت کے دوران ہم بستری کرنے والے کا عذر قبول کر لیا تھا۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس قسم کی باتیں اکثر لوگوں کو معلوم نہیں ہوتیں۔ اور عوام ان سے ناواقف ہوتے ہیں،،۔

ابن قدامہ نے اس کی بہت اچھی وضاحت کی ہے۔ چنانچہ وہ اس جگہ عذر جہالت قبول کرتے ہیں جہاں لاعلمی کا امکان یا مقام شبہ (مظنہ) موجود ہو۔ جیسے وہ صورتیں جو انہوں نے اوپر بیان کیں۔ اگر کوئی مسلمان ان احکام سے ناواقف ہو جن کا تعلق امام شافعی کی پہلی تقسیم علم سے ہے، جیسے وہ محرکات جو دلیل قطعی سے ثابت ہیں اور ان میں کوئی شبہ نہیں، تو اس کا یہ عذر قابل قبول نہیں ہوگا۔ جو احکام دلیل قطعی سے ثابت ہیں ان سے لاعلمی اس وقت قابل قبول نہیں جب لاعلمی کا کوئی امکان یا شبہ (مظفہ) موجود نہ ہو۔ فروعی احکام سے ناواقفیت عذر شمار ہوگی اور عذر کرنے والے کو سچا سمجھا جائے گا۔ یہ احکام امام شافعی کی تقسیم علم میں دوسری قسم میں شامل ہیں۔

تاہم احکام میں نظم وضبط پیدا کرنے کے لئے یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص نکاح کے باطل ہونے سے لاعلمی کا دعویٰ کرے اور باطل ہونے کا سبب نص یا اجماع سے ثابت ہو تو اس صورت میں ضروری ہے کہ یہ بات علم کی پہلی قسم میں شامل کی جائے۔ مثلاً ایک شخص اسلامی ملکوں میں نہیں رہتا، مگر وہ مسلمانوں کے درمیان پلا بڑھا ہے، اگر یہ دعویٰ کرے کہ اسے یہ علم نہیں کہ ماں کے ساتھ نکاح کرنا حلال ہے یا حرام، تو اس کا یہ عذر قابل قبول نہیں۔ اگر عدت کے احکام سے ناواقف ہونے کا دعویٰ کرے، جیسے وہ مسئلہ جس کے بارے میں حضرت عمرؓ نے فتویٰ دیا تھا، تو یہ فروعی احکام میں سے ہے اس میں عذر تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اسے یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ یہ دعویٰ کرے کہ ماں کے ساتھ

کسی سرزمین پر ایک حد کے نفاذ کی برکت وہاں چالیس روز نازل ہونے والی بارش کی برکت سے بہتر ہے۔

نکاح کی حرمت کا اسے علم نہیں تھا، اگر وہ مسلمان ہے، مسلمانوں کے درمیان میں رہتا بستا ہے، اور نیا نیا اسلام بھی نہیں لایا ماں کے ساتھ نکاح تو خود ایک جرم ہے، ایک جرم دوسرے جرم کیلئے عذر نہیں بن سکتا، جیسا کہ ہم اس سے پہلے بتلا چکے ہیں۔ اس لئے ایک مسلمان ایسے اسلامی احکام سے ناواقفیت پر معذور نہیں سمجھا جا سکتا جو نص اور اجماع سے ثابت ہوں، اور ایسی لاعلمی شبہ بھی نہیں سمجھی جاتی۔

یہاں یہ جان لینا ضروری ہے کہ وہ اہل ذمہ جو مسلمان کے درمیان رہتے ہیں اگر وہ مسلمان کے مقررہ احکام کے بارے میں ناواقفیت کا عذر پیش کریں تو ان کا عذر بھی قابل قبول نہیں۔ اس لئے اس بات کی اجازت نہ ہوگی کہ کوئی ذمی زنا یا چوری کرے کیونکہ ان کا ارتکاب (اسلامی مملکت میں) ممنوع ہے۔ اس کی دو وجہیں ہیں:

پہلی وجہ یہ ہے کہ وہ اسلامی ملک میں رہتے ہیں۔ اس لئے اس ملک کے قوانین سے انہیں واقف ہونا ضروری ہے جس میں وہ مقیم ہیں۔ اجتماعی سزاؤں کا اطلاق مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں پر ہوتا ہے۔ اس لئے انہیں اس بات کا علم ہونا چاہئے کہ چور کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے، جو شخص کسی کو قتل کرے اس کو قتل کیا جاتا ہے، اور ناجائز طریقوں سے لوگوں کا مال لینا حرام ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اسلامی ملکوں میں ان کے قیام کی بنیاد ہی اس اصول پر ہے کہ ان کے بھی وہی حقوق ہیں جو مسلمانوں کے ہیں، اور ان کی بھی وہی ذمہ داریاں ہیں جو مسلمانوں کی ہیں۔ جب اصول یہ ہے تو ان اسلامی احکام سے واقفیت ضروری ہے جن کا ان پر اطلاق ہوتا ہے۔ ان سے ناواقفیت پر انہیں معذور نہیں سمجھا جائے گا اور یہ جہالت شبہ شمار نہیں ہوگی۔ روزانہ ان کے حق میں احکام ساقط ہوں گے۔ اور ایسی جہالت کے دعویٰ سے جس کی شہادت ان کی حالت نہ دیتی ہو حدود اور قصاص ان سے معاف نہیں ہوں گے۔

مذکورہ بالا بحث سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ لاعلمی بعض اوقات عذر ہے اور نتیجہ شبہ ہے۔ جو مقررہ سزا کو ساقط کرتا ہے۔ اور اس کی کمتر سزا سے بدل دیتا ہے۔ لیکن بعض اوقات جہالت عذر شمار نہیں کی جاتی ہے۔ بہر حال فقہاء کے اقوال اور فقہی کتابوں میں مندرجہ ابحاث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جہالت (لاعلمی) کی چار قسمیں ہیں:

اول: ایسی لاعلمی کہ جس کا عذر قابل قبول نہیں، اور نہ ہی شبہ سمجھی جاتی ہے۔ یہ ایسے حرام کاموں کی حرمت سے ناواقفیت ہے جن پر اجماع ہے۔ جیسے اس بات سے حرام کاموں کی حرمت سے

ناواقفیت کہ سرقہ حرام ہے، یا قذف حرام ہے، اور ان کے ارتکاب پر حد جاری ہوگی یا سزا دی جائے گی۔ اس لئے کہ ان کی حرمت سے ناواقفیت بذات خود ایک گناہ ہے۔ اور ایک گناہ دوسرے گناہ کے لئے وجہ نہیں بن سکتا۔ نیز اس میں مسلم اور غیر مسلم دونوں برابر ہیں۔

لیکن یہاں یہ سوال غور طلب ہے کہ آیا غیر مسلم کا جہالت کی بنا پر محرمات سے نکاح کرنا یا ایسا نکاح کرنا کہ جو ان کے دین میں حلال ہو زنا ہے یا نہیں۔تو کیا یہ عقد باطل ہوگا، اور ایک مسلمان کی طرح اس کو بھی زنا سمجھا جائے گا؟ اس کے جواب میں ہم امام ابو حنیفہ کی یہ رائے نقل کرتے ہیں کہ چونکہ ان کا یہ مذہبی معاملہ ہے، اور اگر ان کے دین میں مباح (جائز) ہے تو ہمیں ان کے دینی معاملات میں عدم مداخلت کا حکم ہے، اس لئے ان پر گرفت نہیں۔ صاحبین اور جمہور فقہاء کہتے ہیں کہ ان کو اس کی اجازت نہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ بالا قواعد کے مطابق ان مسائل میں ان کی جہالت قابل قبول عذر ہے، اور اس سے حد کو ساقط کرنے والی ہے۔ اور شبہ کی بنا پر ان کی نظر میں یہ صحبت زنا شمار نہیں کی جائے گی۔

دوم: ایسے مقام میں لاعلمی جس میں غور وفکر اور استدلال کی ضرورت ہو، اور حکم نہ کتاب وسنت سے ثابت ہو اور نہ ہی اس پر اجماع منعقد ہوا ہو، جیسے بعض تعزیری احکام سے ناواقفیت۔ تو ایسے احکام میں بہر حال جہالت ایسا عذر ہے جو سزا میں تخفیف کرتا ہے۔ اور ہم یہ بتلا چکے ہیں کہ جہالت کی اس قسم کا حدود سے کوئی تعلق نہیں۔ اس لئے کہ حدود کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہیں۔ اور بعض چیزیں ایسی ہیں جن میں تفصیل ہے۔ بعض جزئیات سے ناواقفیت بھی کبھی عذر بن جاتی ہے۔

اس نوع کی جہالت میں بغاوت کو بھی شمار کیا گیا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص ایک عادل حاکم کے خلاف اپنی تاویل کی بنا پر خروج (بغاوت) کرے کیونکہ اس کا خیال یہ ہو کہ اس حاکم نے حق کو قائم نہیں کیا۔ یا اس نے ایسا نظام بنایا ہے جو کہ اس کے خیال میں غیر شرعی ہے، تو کیا تاویل کی بنا پر پوری قوت وطاقت سے اس حاکم کے خلاف یہ بغاوت عذر سمجھی جائے گی، اور کیا اس کے بعض جرائم کی سزا اس سے ساقط ہو جائے گی، اگر اس کو غلبہ حاصل ہو جائے اور لشکر کے کچھ سپاہیوں کو قتل کر دے؟ اس کے بعد اگر اس عادل حاکم کو اس پر غلبہ حاصل ہو جائے، تو جنگ میں جو اس نے جرائم کیے ہیں وہ ان پر اس کا محاسبہ کر سکے گا، چاہے اس نے ارتکاب تاویل کی بنا پر جہالت

سے کیا ہو، اگر اس نے قتل کیا تھا تو کیا وہ قتل کیا جائے گا، اور اگر اس نے زخمی کیا تھا تو کیا اس سے زخموں کا قصاص لیا جائے گا؟ امام ابوحنیفہ اور ان کے متبعین یہ کہتے ہیں کہ جب تک تاویل کی بنا پر یہ جرائم ہوں، اس کا محاسبہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ تاویل کی بنا پر اپنی بغاوت کے سبب اس حاکم کی ولایت میں وہ داخل ہی نہیں رہا۔ اور قصاص وسزا تو وجود ولایت سے نافذ ہوتے ہیں۔

جمہور فقہاء کی رائے یہ ہے کہ اس حالت میں لاعلمی سزا کو ساقط نہیں کرتی اس لئے کہ باغی مسلمان ہے، اور وہ اسلامی احکام کی پیروی کا پابند ہے۔ اس اعتبار سے وہ حاکم عادل کی ولایت میں ہے، اور اس کی حکومت کے ماتحت ہے۔ اس کی بغاوت سے حاکم کی ولایت اس سے ساقط نہیں ہوتی۔ اور اس میں شک نہیں کہ جان و مال کو تلف کرنا کسی صورت میں بھی جائز نہیں، کیونکہ یہ قرآن و سنت اور اجماع مجتہدین کی رو سے حرام ہے۔ اس لئے ایک قائم شدہ و جمے جمائے نظام کو بغاوت کے ذریعہ توڑنا ثابت شدہ اور مقررہ احکام کو ختم نہیں کرتا۔ نیز یہ بغاوت فی نفسہ کبیرہ گناہ ہے، اور گناہ جرائم کے اسقاط کو جائز نہیں کرتا، بلکہ معقول بات یہ ہے کہ ان کو دوگنا کر دیتا ہے۔

سوم: یہ وہ جہالت ہے جو عذر شمار ہوتی ہے۔ اس جہالت میں جائز کرنے والے اور حرام کرنے والے دلائل، چاہے مرجوح ہی کیوں نہ ہوں، متعارض ہوتے ہیں، یا حصول علم کے اسباب پورے موجود نہیں ہوتے۔ جہالت کی اس قسم کے تین پہلو ہیں:

(۱) یہ کہ مقام اجتہاد ہو اور دو دلیلیں آپس میں متعارف ہوں۔ یہ مذکورہ بالا اقسام دوم سے مختلف چیز ہیں۔ کیونکہ اول الذکر قسم میں ایک قرآنی دلیل یا حدیث ہوتی ہے اور ان نصوص کی بے موقع تطبیق ہوتی ہے۔ اس طرح یہ نص کی غلط تاویل منع کرتی ہے اور دوسری اجازت دیتی ہے۔ ان میں سے ایک دلیل زیادہ راجح وقوی ہوتی ہے۔ جس کا اتباع کیا جاتا ہے، اور دوسری اس سے کمتر ہوتی ہے، اس لئے اس کا اتباع نہیں کیا جاتا۔ لیکن دوسری پر عمل کیا جاتا ہے۔ جہالت کی اس قسم پر ہم گفتگو کر چکے ہیں۔ اور ہم یہ بتا چکے ہیں کہ یہ شبہ ہے، اور اس شبہ میں داخل ہے جو رکن کو لاحق ہوتا ہے، جیسے کہ ہم اس سے پہلے اس کی وضاحت کر چکے ہیں، اور اس کی مثالیں بھی بیان کر چکے ہیں۔ یہاں ہم اس کا اعادہ نہیں کریں گے۔

(۲) یہ کے علم کے ذرائع پورے نہ ہوں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جس عورت سے نکاح کیا ہو (اگرچہ وہ اس پر حرام ہو) اس کو یہ معلوم ہی نہیں کہ اس کے ساتھ اس کا کیا رشتہ ہے۔ یعنی

ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا، ہم بستری کی، بعد میں معلوم ہوا یہ اس کی رضاعی یا نسبتی بہن ہے۔ جہالت کی یہ قسم قوی ملکہ پیدا کرتی ہے۔ حد کو ساقط کرتی اور وصف جرم کو مٹا دیتی ہے۔ کیونکہ رضاعت کے واقعہ کو جاننے کا اس کے پاس کوئی ذریعہ نہ تھا۔ کیونکہ وہ عورت اور یہ مرد دونوں ہی ان لوگوں میں سے نہیں تھے جنہیں اس کا علم تھا۔ انہوں نے اس کو یہ بات بتلانے میں بخل سے کام لیا۔ اس لئے وہ معذور سمجھا جائے گا۔ اس کی ایک اور مثال یہ ہے کہ دو آدمیوں نے گواہی دی کہ ایک عورت کا خاوند فوت ہو گیا، کسی نے ان کی گواہی کو سچ سمجھ کر اس سے نکاح کرلیا، عورت نے بھی ان کے نکاح کو سچ جانا، اور ہم بستری ہوگئی۔ تو یہاں ہنوز خاوند زندہ ہونے کا ایک قوی شبہ ہے کیونکہ اس حالت میں جب یہ شبہ موجود تھا اس کے اس دوسرے خاوند نے اس سے حد کو ساقط اور وصف جرم کو زائل کر دیا۔ کیونکہ یہ سب حرمت سے لاعلمی ہے۔ اور وہ گواہوں کی شہادت کے سبب معذور تھا۔ یہی حکم اس عورت کا ہے جس کا خاوند مفقود الخبر ہو، اور اس کی موت کا فیصلہ ہو چکا ہو، اور اس نے عدت پوری کرنے کے بعد دوسرا نکاح کرلیا ہو اور ہم بستری ہوئی ہو۔ پھر معلوم ہوا کے اس کا پہلا خاوند ابھی زندہ ہے تو دوسرے خاوند کا اس کے ساتھ صحبت کرنا زنا نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس بات کے معلوم کرنے کے ذرائع اس کو حاصل نہیں تھے۔ اس مسئلے میں حنفیہ نے کہا ہے کہ وہ پہلے خاوند کی بیوی ہے اور مالکیہ نے کہا ہے اگر ہم بستری ہو چکی تو دوسرے خاوند کی بیوی ہے۔

چنانچہ وصف جرم کے مٹنے کے نتیجہ میں حد ساقط ہو جائے گی، مہر ثابت ہوگا، عدت واجب ہوگی اور نسب ثابت ہوگا۔

(۳) یہ کہ حصول علم کے ذرائع تو موجود ہوں، مگر اس کے باوجود لاعلمی ہو، یا لاعلمی کا دعویٰ کرے۔ یہ وہاں ہوتا ہے جہاں ذرائع علم موجود ہوتے ہوئے دلائل متعارف ہوں۔ اس سے دو نتائج برآمد ہوتے ہیں:

الف: لاعلمی کا موقع گمان یا امکان (مظنہ) ہوتے ہوئے لاعلمی کا دعویٰ کرنا۔ اور ہم یہ پہلے بتلا چکے ہیں کہ اس قسم کی لاعلمی شبہ ہے اور اس کے دعویدار کے اپنے دعویٰ میں جھٹلایا نہیں جائے گا۔ اس لئے یہ شبہ ہوا۔ اس سے پہلے ہم اس کی طرف اشارہ کر چکے ہیں۔

ب: لاعلمی کا کوئی موقع گمان یا امکان (مظنہ) موجود نہ ہو۔ جیسے اسلامی ملک میں کوئی مسلمان یہ دعویٰ

کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ☆ قانونِ شریعت کا دوسرا نام فقہِ اسلامی ہے ☆

کرے کہ وہ ان رشتوں کو نہیں جانتا جن سے ابدی طور پر نکاح کرنا حرام ہے کہ ایک مسلمان عورت کا غیر مسلم کے ساتھ نکاح کی حرمت سے ناواقف ہوتا ہے۔اس میں دو صورتیں ہیں۔

پہلی صورت یہ ہے کہ حرمت قرآن وسنت کے نصوص سے ثابت ہو، اور اس حرمت پر اجماع ہو، تو اس حالت میں وہ شبہ نہیں ہے، کیونکہ حرمت پر اجماع اور لاعلمی کا مظنہ (موقع گمان) کی موجودگی میں شبہ ثابت نہیں ہوسکتا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ شبہ ان امور کے بارے میں ہو جن کی حرمت پر اجماع نہیں مثلاً اپنی بیوی کو طلاق دی ہو، اور عدت کے دوران اس کی بہن سے شادی کرلے۔ چنانچہ بعض صحابہ نے جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں اس کو حرام قرار نہیں دیا۔ اور ایسے عقد کو صحیح قرار دیا۔ یا مثلاً چوتھی بیوی کو طلاق بائن دی، اور وہ عدت میں تھی کہ پانچوی بیوی سے شادی کرلی، اس کی حلت میں بھی اختلاف ہے۔ اس طرح وہ صورتیں ہیں جن میں استصحاب کی وجہ سے شبہ پیدا ہوجاتا ہے، مثلاً تیسری طلاق دی، اور اس کے بعد اس سے پھر نکاح کرلیا، تو اس طرح کی صورتوں میں لاعلمی کا دعویٰ شبہ ہے، بلکہ درحقیقت یہ شبہ رکن میں شبہ (رکن سے متعلق شبہ) ہے۔

چہارم: غیر مسلم ممالک میں رہنے والے شخص کی اسلامی احکام سے ناواقفیت سے لاعلمی کی یہ پہلی تین قسموں سے مختلف ہے۔ اس طرح کہ وہ لاعلمی دارالسلام میں رہتے ہوئے تھی جہاں حصول علم ممکن تھا، لیکن یہاں حصول علم آسان نہیں۔ اور لاعلمی کا مظنہ (گمان یا امکان) ہمیشہ موجود ہے۔ یہ قسم مذکورہ بالا تیسری قسم سے بایں طور مختلف ہے کہ اس میں جہالت کی بنیاد دلیل سے لاعلمی ہے۔ اس طرح دلائل آپس میں متعارف ہیں اور اس شخص کے لئے صحیح وقوی دلیل کو سمجھنا مشکل ہے (دلیل مبہم ہے) لیکن اس چوتھی قسم کا تعلق اصل خطاب (احکام اسلامی) سے ناواقفیت سے ہے۔ اگر کوئی شخص غیر مسلم ممالک میں نماز وروزہ نہ رکھے تو ان کی فرضیت ہونے کے بعد ان فرائض کا اعادہ نہیں کیا جائے گا۔ اس کے جہل مطلق (احکام اسلامی کا نہ پہنچنا) کے سبب اس سے شارع کا خطاب ساقط ہو جائے گا۔ اس لئے اس پر نہ کوئی حد ہے اور نہ سزا۔ بخلاف اس جہالت کے جو دارالاسلام میں رہنے والے کو ہوتی ہے۔ تو یہاں اس شارع کا خطاب ساقط نہیں ہوتا، اس لئے اس کی سزا بھی معاف نہیں ہوگی۔ لیکن اس شبہ کے سبب سے جو جہالت کی وجہ سے پیدا ہوا ہے مواخذ مقررہ سزا کے درجہ سے اتر کر تعزیر کے درجہ میں آجاتا ہے۔ تاہم مواخذہ اپنی جگہ قائم وثابت ہے۔ چنانچہ اصول بزدوی کی

علم وفن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں (محدث ابوزرعہ)

شرح کشف الاسرار میں اس کی وضاحت اس طرح ہے۔

اس قسم (چوتھی قسم) اور تیسری قسم میں فرق یہ ہے کہ یہ قسم عدمِ دلیل پر مبنی ہے۔ اور تیسری قسم کی بنیاد اس چیز میں اشتباہ ہے جو دلیل ہی نہیں۔ اور اس اشتباہ کی بناء پر اس نے عمل کیا ہے۔ دار الحرب میں مقیم مسلمان کا عذر، جس نے ہجرت نہ کی ہو، شریعت میں قابلِ قبول ہے۔ یہاں تک کہ اگر ایک مدت تک اس نے نماز نہ پڑھی، اور روزہ نہ رکھا اور اسے یہ معلوم نہ تھا کہ نماز اور روزہ اس پر فرض ہیں تو اس پر ان کی قضا واجب نہیں۔ امام زفر نے کہا ہے کہ ان کی قضا واجب ہے۔ اس لئے کے قبول اسلام کہ بعد وہ ان کی ادائیگی کا پابند ہو گیا۔ چنانچہ جب تک اس کو ان باتوں کا علم نہیں تھا خطاب ادا (شرعی احکام کی پابندی) اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ لیکن وجوب احکام کا سبب موجود ہونے کے بعد ان کی ادائیگی ساقط نہیں ہو سکتی۔ جیسے ایک شخص سویا ہوا ہو اور نماز کا وقت گزر جائے تو بیدار ہونے کہ بعد اسکی قضا لازی ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ شارع کی طرف سے شرعی احکام کا خطاب جو اس کے لئے نازل ہوا تھا حقیقت میں اس کی طرف پہنچا ہی نہیں، نہ تو حقیقت میں اس نے اس کو سنا، اور نہ ہی وہ اتنا مشہور اور عام ہوا کہ اس کا علم ہو جاتا، کیونکہ دار الحرب میں اسلامی احکام اتنے مشہور اور عام نہیں ہوتے کہ ہر شخص کو ان کا علم ہو، اس لئے شرعی احکام کا خطاب سے ناواقفیت عذر شمار ہوگی۔ دلیل کی تلاش میں اس نے کوئی کوتاہی نہیں کی بلکہ یہ لاعلمی دلیل کی فی نفسہ مخفی رہنے کی وجہ سے ہوئی ہے۔ کیونکہ دار الحرب میں تبلیغ کے ذرائع موجود نہ ہونے کے سبب شارع کا خطاب عام نہ تھا۔ کشف الاسرار کے مصنف عبد العزیز بخاری کے اس تجزیہ سے یہ معلوم ہوا کہ اس آخری قسم کی جہالت کا سبب فہم دلیل میں اشتباہ نہیں بلکہ حکم کے مخفی رہنے اور مشہور نہ ہونے کے سبب خود اصل حکم سے لاعلمی ہے۔ جب دلائل کا تعارض ہو اور دلیل کے موجود ہونے میں اشتباہ ہو، حالانکہ دلیل ہی موجود نہ ہو، تو ایسے موقع پر دلیل کا مخفی ہونا شخصی اور ذاتی ہوتا ہے یعنی کسی خاص فرد کو دلیل معلوم نہ ہو سکی لیکن اس آخری قسم میں دلیل کا مخفی ہونا کسی ایک شخص کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ یہاں خفا عمومی ہے یعنی دلیل ہر شخص پہ مخفی ہے۔ یا یوں کہہ سکتے ہیں کہ اصل دلیل کے حرمت کا مطلق علم ہی نہیں، اور اس علم کے سبب خفا ہے، طریق استدلال میں کوئی خفا نہیں۔

چنانچہ فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ اس حالت میں اس جہالت کے ساتھ کیا شارع کا خطاب شرعی احکام کی پابندی کے لئے مکلفین کی طرف متوجہ ہے بھی یا نہیں؟ بعض نے کہا کہ چونکہ

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

خطاب شارع ساقط ہو گیا، اس لئے اس پر کوئی سزا نہیں، چاہے وہ تعزیر ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ شرعی احکام کا علم اس کو ان احکام کے مشہور نہ ہونے کے سبب نہ ہو سکا، آخر دارالحرب میں اسلام کے احکام کیسے عام اور مشہور ہو سکتے ہیں۔

بعض نے یوں کہا ہے کہ خطاب شارع تو اپنی جگہ موجود ہے اور مکلّف اس کا مخاطب بھی ہے، لیکن حدود سقوط خطاب کے سبب نہیں بلکہ عذر کی موجودگی کہ سبب ساقط ہو جائیں گے۔ ثبوت شبہ پر اس اختلاف کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ ہاں اثر ان احکام پر پڑے گا جن کی قضا یا جن کو از سر نو ادا کرنا واجب ہے۔ جیسے دارالحرب میں رہتے ہوئے اس نے روزے نہیں رکھے اور نماز اور زکوٰۃ ادا نہیں کی۔ تو روزے اور نماز جو اس سے فوت ہو گئے ان کی ادائیگی بھی واجب ہے۔ چنانچہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ خطاب ہی ثابت نہیں جب وہ دارالاسلام میں بھی آجائے ان کے نزدیک ادا اور قضا کا وجوب نہیں۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ خطاب ثابت ہے چاہے وہ غیر مسلم ملک میں ہی ہو، ان کے نزدیک ان فرائض کی ادائیگی ضروری ہے جب وہ دارالاسلام میں آجائے یا اسے ان کے احکام کا اس وقت علم ہو جائے۔ جب وہ دارالاسلام سے دور نہ ہو بہر حال اس صورت میں حدود سے لاعلمی کی بناء پر کوئی سزا نہیں۔ البتہ حقوق العباد میں اس کو معذور نہیں سمجھا جائے گا۔

یہ تو تھی تفصیل۔ مختصر یہ کہ لاعلمی کی بنا پر جو شبہات ہیں وہ ایک درجہ میں نہیں۔ ان کے مختلف درجے ہیں۔ جیسا کہ اس سے پہلے گفتگو کے دوران ہم اس کی طرف اشارہ کر چکے ہیں۔

۱۔ بعض شبہات وہ ہیں جن میں لاعلمی کا عذر قوی اور ثابت ہو کہ وہاں حصول علم کا کوئی ذریعہ ہی موجود نہ ہو۔ اور نہ علم کا گمان (مظنہ) ہو۔ اس کی مثال یہ ہے کے ایک شخص نے کسی عورت کے ساتھ نکاح کیا۔ اور دونوں کے درمیان حرمت کا کوئی سبب موجود تھا۔ جس کا اسے علم نہیں تھا، اور نہ ہی اس کے لئے اس بات کو معلوم کرنا ممکن تھا، لیکن صحبت کے بعد اس کو اس کا علم ہوا، تو یہ لاعلمی ایک قوی شبہ پیدا کرتی ہے۔ اور اس وجہ سے اس فعل کو زنا نہیں کہا جائے گا۔ اور اس پر حد یا تعزیر واجب نہیں ہوگی۔ اس کو اس لئے کوئی سزا نہیں دی جائے گی کہ اس کو یہ لاعلمی ایسی چیز کے بارے میں تھی جو معروف و مشہور نہیں تھا۔ اور عام لوگ اس سے واقف نہ تھے۔ چنانچہ یہ لاعلمی ایسی ہے جیسے غیر دارالاسلام میں رہنے والے کی اصل حرمت سے لاعلمی۔ جب اس فعل کو زنا نہیں کہا جاتا تو نسب ثابت ہوگا۔

علم و فن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں (محدث ابوزرعہ)

اس کے قریب یہ صورت ہے کہ شب زفاف میں اپنی بیوی کی جگہ کوئی دوسری عورت کسی دوسرے مرد کے پاس بھیجی گئی، اور اس نے اس کے ساتھ ہم بستری کی۔ بعد میں حقیقت کا علم ہوا۔ تو اس صورت میں حصول علم کے اسباب موجود نہ ہونے کے سبب یہ لاعلمی شبہ سمجھی جاتے گی۔ اس کے بارے میں ایک روایت ہے کہ دو بھائی امام ابوحنیفہ کے پاس آئے اور انہوں نے بتلایا کہ ایک کی بیوی دوسرے کے پاس بھجوادی گئی تھی۔ اس پر امام صاحب نے فیصلہ دیا کہ ان میں سے کسی نے بھی زنا نہیں کیا۔ اور اس مشکل کو اس طرح حل کیا کہ ان سے کہا ہر ایک اپنی منکوحہ کو طلاق دے دے۔ اور جس سے ہم بستری کی ہے اس کے ساتھ نکاح کرلے۔

جہاں دلائل متعارف ہوں، ایک دلیل راجح ہو، دوسری مرجوح، وہاں صحیح دلیل سے ناواقفیت کا بھی یہی حکم ہے۔

۲۔ یہ تو تھی جہل قوی کی صورت۔ ایک صورت جہل ضعیف کی ہے۔ یعنی ایسی چیز کے بارے میں لاعلمی جس کے حصول کا گمان یا امکان (مظنہ) موجود ہو۔ مثلاً جو شخص دارالاسلام میں رہتا ہو اور دعویٰ کرے کہ وہ حرمت رضاعت سے ناواقف تھا، اور وہ ایسی عورت سے نکاح کرے جو رضاعت کی بنا پر اس پر حرام تھی، یا یہاں لاعلمی ایسی چیز کے بارے میں ہے جس کے بارے میں حصول علم کا گمان یا امکان (مظنہ) موجود ہو۔ اس لئے کہ وہ مسلمانوں کے معاشرے میں رہتا ہے۔ قرآن سنتا ہے، دوسرے احکام جانتا ہے، یا ان کے جاننے کا طالب ہے، تو اس جہالت سے جو شبہ پیدا ہوتا ہے وہ پہلی صورت میں پیدا شدہ شبہ سے کمزور تر ہے۔

چنانچہ فقہاء نے کہا ہے کہ یہ شبہ اشتباہ ہے۔ اور اس میں عذر موجود نہیں۔ ہاں یہ شبہ کوڑوں کی سزا کو مٹا دیتا ہے۔

لاعلمی کی اس صورت اور سابقہ صورت کے درمیان فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں جو شبہ پیدا ہوتا ہے وہ وصف زنا کو ہٹا دیتا ہے۔ اس لئے اس کو سزا نہیں دی جائے گی، چاہے تعزیری ہو۔ اس لئے کہ عذر جہالت کے ساتھ قائم ہے، اور جہالت کے سبب عذر ثابت ہوتا ہے۔ اور دوسری صورت میں جو شبہ پیدا ہوتا ہے اس سے حد تو زائل ہو جاتی ہے، لیکن وصف زنا کو وہ نہیں مٹاتا۔ اس لئے اس کی سزا یعنی تعزیر واجب ہے۔ اس لئے کہ جہالت عذر بن جاتی ہے تو وہ اس کے عذر ساقط کرنے کے لئے کافی ہے۔ لیکن جہالت میں عذر قابل قبول نہیں، کیونکہ وہاں علم موجود تھا، طلب علم میں کوتاہی کے

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

سبب اس کو تعزیر لگائی جائے گی، کیونکہ علم اس کے قریب ہی موجود تھا، جیسے کوئی شخص پانی قریب ہوتے ہوئے تیمّم کرے۔ تاہم بہت سے فقہاء اس کے اس دعویٰ لاعلمی کو سچا نہیں سمجھتے، اس لئے نتیجتاً نہ کوئی عذر ہے نہ کوئی شبہ۔

اثبات جرم میں شبہ:

اس سے پہلے شبہ کی جن بڑی دو قسموں کا بیان ہوا ہے ان کا تعلق جرم اور مرتکب جرم سے تھا۔ اس حیثیت سے کہ یہ جرم کے ارکان میں سے ایک رکن تھا یا مرتکب جرم معذور تھا۔ اس کا یہ عذر دلیل سے لاعلمی کی بنا پر تھا یا ایسے مقام میں حکم سے لاعلمی کی بنا پر تھا جہاں لاعلمی کا گمان غالب ہو سکتا ہے، یا وہ ایسی حالت میں تھا جس میں اس کی لاعلمی پر مواخذہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ اسلامی اُحکام اس جگہ پر عام اور مشہور نہیں ہیں جہاں وہ مقیم ہیں۔

اب ہم جس شبہ کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں اس کا تعلق جرم کے رکن سے نہیں ہے، اور نہ ہی مرتکب کے عذر سے ہے۔ بلکہ اس کا تعلق قاضی کے سامنے (عدالت میں) اثبات جرم کے مختلف طریقوں سے ہے۔ جس طرح یہ ضروری ہے کے ارتکاب جرم کے وقت جرم کے تمام مقاصد، اس کے تمام اجزا اور جرم کے قصد موجود ہوں، اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ ارتکاب جرم قاضی کہ سامنے قطعی دلائل کے ساتھ پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے اور یہ بھی ضروری ہے کہ جو شخص لوگوں کے درمیان فیصلہ کر رہا ہے وہ اس ثبوت کو امکانی حد تک یقینی و قطعی سمجھے۔

اس لئے یہ ضروری ہے کہ اثبات جرم میں قطعی دلائل اقدام جرم سے فیصلہ سنانے تک اپنی قطعیت معنی و مفہوم موجود رہنا چاہئے۔ اور اس میں کسی شبہ کی آمیزش نہیں ہونی چاہئے۔ اس لئے اثبات جرم میں قطعیت کے باقی و جاری رہنے کیلئے ثبوت پیش کرنے میں تین باتیں ضروری ہیں۔

الفاظ ایسے یقینی ہوں کے وہ اپنے معنی و مفہوم کو پوری طرح بتاتے ہوں، یہ کہ ثبوت ارتکاب جرم کے فوراً بعد پیش کیا جائے، یا جرم کے دیکھنے اور گواہی دینے میں طویل مدت نہ گزری ہو، اور یہ کہ جن لوگوں نے شہادت دی ہو یا اقرار کیا ہو وہ اپنے بیانات پر نفاذ فیصلہ تک قائم رہیں۔

ہم اس کے پہلے جزء سے شروع کرتے ہیں، وہ یہ کہ اثبات جرم کے لئے جو ثبوت پیش کیا جائے وہ قطعی ہو۔ چاروں مذاہب کے فقہاء نے کہا ہے، بلکہ دیگر فقہاء کی بھی یہی رائے ہے کہ یہ

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

ضروری ہے کہ وہ گواہ جو حدود میں سے کسی جرم کے اثبات کے لئے پیش قدمی کرے اس کی گواہی کے الفاظ جرم کے بتلانے میں بالکل صاف اور واضح ہونا چاہئیں۔اور بعض فقہاء نے تو یہاں تک کہا ہے کہ اگر گواہ اپنے بیان میں یہ کہیں کہ انھوں نے اس شخص کو دیکھا کہ وہ عورت کے ساتھ وطی (صحبت) کر رہا تھا، اور انھوں نے یہ نہیں کہا کہ وہ شخص اس کے ساتھ زنا کر رہا تھا۔تو ان کے نزدیک ارتکاب جرم زنا کے بتلانے میں اس شہادت میں شبہ پیدا ہوگیا۔کیونکہ صرف لفظ وطی (ہم بستری) سے زنا ثابت نہیں ہوتا۔زنا کے ثبوت کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ ہم بستری (وطی، جماع) حرام ہو۔اور اسی طرح چوری، شراب نوشی اور قذف میں ادائے شہادت کا حال ہے۔

بلکہ فقہاء نے یہ بھی کہا ہے کہ گواہ اپنے بیان میں ایک فعل کو بیان کرے یعنی زنا کا فعل بیان کرتے ہوئے یہ کہے کہ اس نے دیکھا کے مرد نے اپنا عضو تناسل اس عورت کی شرمگاہ میں داخل کیا۔المغنی کے مصنف شہادت کی چھٹی شرط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

گواہ فعل زنا کو بیان کریں، اور یہ کہیں کہ ہم نے اس کے ذکر (عضو تناسل) کو اس عورت کی شرم گاہ میں اس طرح دیکھا جیسے سلائی سرمہ دانی میں ہو۔اور رسی کنویں میں۔یہ معاویہ بن ابوسفیان، زہری، شافعی، ابوثور، ابن منذر اور اہل رائے کا قول ہے۔کیونکہ ماعز کے واقعہ میں روایت ہے کہ اس نے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زنا کا اقرار کیا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ تو نے اس کے ساتھ صحبت کی تھی۔اس نے کہا جی ہاں۔تو آپ نے کہا۔تو کیا تمہارا وہ (عضو تناسل) اس کی شرم گاہ میں غائب ہوگیا تھا، جس طرح سلائی سرمہ دانی اور رسی کنویں کے اندر چلی جاتی ہے۔

اس وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان تین گواہوں پر حد جاری کی، جنہوں نے مغیرہ بن شعبہ پر زنا کی گواہی دی تھی۔زیاد بن امیہ چوتھے گواہ تھے۔انہوں نے یہ گواہی اتنی وضاحت سے نہیں دی جتنی وضاحت سے دینی چاہئے تھی۔یعنی انہوں نے فعل زنا کی صراحت نہیں کی۔

جب الفاظ میں خلل واقع ہو تو یہ ادائے شہادت میں شبہ ہے اور شبہ کے ہوتے ہوئے حد ثابت نہیں ہوتی۔اگر اقرار کرے تو اس کا بھی یہی حکم ہے جو شہادت کا حکم ہے، جیسا کہ ہم نے المغنی کی جو عبارت نقل کی ہے اس میں اس بات کا اشارہ موجود ہے۔

اثبات جرم کے دلائل قطعی ہونے کے لئے فقہاء نے کہا ہے کہ یہ ضروری ہے کہ گواہ ارتکاب جرم کی جگہ اور وقت بھی بیان کریں۔اگر اس میں ان کا اختلاف ہوجائے تو شہادت ساقط ہو

جائے گی۔ اور ان کی گواہی کے ساقط ہونے کے ساتھ حد بھی ساقط ہو جائے گی۔

اور اگر ان کی شہادت زنا کے بارے میں تھی تو اختلاف شہادت کے سبب ان پر حد قذف جاری کی جائے گی۔ امام مالک اور امام شافعی کا یہی قول ہے۔ دوسرے فقہاء کی رائے یہ ہے کہ ان گواہوں پر حد نہیں۔

ہماری بھی یہی رائے ہے اس لئے کہ جب شبہ کی بنا پر زنا کے ملزم سے حد ساقط ہوگئی تو شہادت دینے والوں سے قذف کی حد بطریق اولیٰ ہونی چاہئے۔ اس لئے کہ ان کا جھوٹ قطعی طور پر ثابت نہیں ہے۔ ممکن ہے مختلف واقعات (جرم) ہوں اور یہ گواہان مختلف واقعات کو بیان کر رہے ہوں اس لئے کہ ان کی شہادت میں اختلاف پیدا ہو لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ پہلی رائے رکھنے والے اصحاب یہ چاہتے ہیں کہ گواہ مکمل طور پر منزہ ہوں اور جب تک انہیں قطعی طور پر یقین نہ ہو شہادت ادا نہ کریں اور ان کی تائید میں ایسے گواہ ہوں جن کو قطعی طور پر یقین ہو۔ جیسا کہ حضرت عمر نے ان تین گواہوں کے ساتھ سلوک کیا تھا۔ جنہوں نے زنا کی صراحت کی اور چوتھے گواہ نے ان کی تکذیب تو نہ کی مگر اپنی گواہی میں صراحت بھی نہ کی۔ اگرچہ اس کا اشارہ کنایہ میں بیان کرنا صراحت کے مشابہ تھا۔ بلکہ شاید صریح تھا۔ مگر حضرت عمر نے ان کی گواہی قبول نہ کی۔

چوری کی شہادت میں فقہاء نے یہ ضروری قرار دیا ہے کہ حاکم گواہ سے واقعہ کے بارے میں سوال کرے اور گواہ پورا پورا بیان دے اور طریقہ بتائے کہ جس سے چور نے مسروقہ چیز چوری کی، اس لئے کہ اس قسم کے واقعات میں اس بات کا احتمال ہے کے لینے والے نے خفیہ طور پر چیز کو نہ لیا ہو اور اس کا بھی احتمال ہے کہ شئے مسروقہ محروز (محفوظ) نہ ہو، اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس نے اس چیز کو حرز سے باہر منتقل کر دیا ہو۔ اس طرح حاکم گواہ سے جگہ کہ بارے میں سوال کرے، کیونکہ یہ احتمال بھی ہے کہ مدت گزر جانے سے دعویٰ ساقط ہو گیا ہو۔ یہ بھی پوچھے کہ کتنی مقدار کا مال چرایا تاکہ معلوم ہو کہ یہ مقدار نصاب کو پہنچی ہے یا نہیں۔ یہ بھی پوچھے کہ کس کا مال چرایا۔ اس قسم کے مقدمات میں یہ بھی ضروری ہے کہ چرائی ہوئی چیز اس کی ملکیت ہو جس کی چوری ہوئی ہے۔ دیگر جرائم میں بھی اس طرح قطعی ثبوت کی ضرورت ہے تاکہ شبہ نہ رہے جو سزا ساقط کر دیتا ہے۔

یقین کی تاکید کے لئے فقہاء نے یہ بھی کہا ہے کہ گواہ اپنے تمام حدود کی شہادت میں یوں کہے کہ ”میں شہادت دیتا ہوں،، یہ ابو حنیفہ، شافعی، احمد اور دیگر فقہاء کی رائے ہے۔ امام مالک کی

(فقہ المعاملات پر اپنی نوعیت کا پہلا علمی وتحقیقی مجلہ آپ کے ہاتھ میں ہے)

رائے اس سے مختلف ہے۔ انہوں نے الفاظ میں ''شہادت دیتا ہوں،، (اشھد)، کو شرط قرار نہیں دیا۔ جنہوں نے اس لفظ کو شرط قرار دیا ہے ان کا زاویہ نظر یہ ہے کہ یہ شرعی لفظ ہے جو معائنہ (اور مشاہدہ) پر دلالت کرتا ہے اور اس کی ادائیگی دشہادت کو یقینی بناتی ہے۔ مزید براں اس میں بیان حلفی کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ اس لئے دیگر الفاظ اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ قطعیت اور حقیقت کو بتلانے میں اس سے کمتر ہیں۔ اس لئے گواہ کو چاہیئے کے وہ اس لفظ سے نہ ہٹے جو اپنی دلالت میں قوی ہے، اور حدود میں جو شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں اس سے کمتر لفظ اختیار نہ کرے۔

شہادت اور اقرار میں قطعیت کے ثبوت کے لئے یہ شرط ہے کہ ان کے خلاف کوئی چیز موجود نہ ہو۔ اگر ان کے خلاف کوئی چیز موجود ہو تو شہادت اور اقرار دونوں ساقط ہو جائیں گے۔ اس لئے فقہاء نے کہا ہے کہ جب چار افراد نے زنا کی گواہی دی اور ثقہ ومعتبر عورتوں نے کہا کے وہ ابھی کنواری ہے تو شہادت پر توجہ نہ دی جائے گی چنانچہ ابن قدامہ نے کہا ہے:

''چار افراد نے ایک عورت پر زنا کی گواہی دی، لیکن معتبر اور ثقہ عورتوں نے شہادت دی کہ وہ کنواری ہے تو اس پر حد نہیں اور نہ ہی گواہوں پر حد (قذف) ہے۔ شعبی، سفیان ثوری، شافعی اور ابوثور کا یہی قول ہے۔ امام مالک کا قول ہے کہ اس پر حد ہے، کیونکہ حدود میں عورتوں کی گواہی معتبر نہیں، اس لئے ان کی شہادت کی بنا پر حد ساقط ہو گی۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ کنوارہ پن عورتوں ہی کی گواہی سے ثابت ہوتا ہے اور کنوارا پن کا وجود اس بات سے مانع ہے کہ اس کے ساتھ زنا ہوا تھا۔ اس لئے کہ زنا شرم گاہ کے اندر عضو تناسل داخل کرنے سے وجود میں آتا ہے۔ اور کنوار پن کی موجودگی میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا جب یہ فعل زنا نہیں رہا تو حد بھی جاری نہیں ہو گی۔ جیسے اگر یہ ثابت ہو جائے کے ملزم کا عضو تناسل کٹا ہوا ہے تو حد نہ ہو گی۔ اور گواہوں پر حد اس لئے نہیں کہ ان کی تعداد (چار) مکمل ہے۔ یہ بھی امکان ہے کہ انہوں نے سچ کہا ہو، اور اس کا احتمال ہے کہ ہم بستری کی ہو پھر کنوار پن واپس آ گیا ہو۔ اس لئے اس شبہ کی بنا پر ان سے حد ساقط ہو جائے گی، کیونکہ شہادت کی بنا پر حد واجب نہیں ہوتی۔ اور ضروری ہے کہ ایک (معتبر) عورت کی شہادت پر اکتفا کیا جائے کیونکہ ان امور میں جن کا علم مردوں کو نہیں ہوتا، اس کی شہادت مقبول ہے۔ ہاں جب یہ ثابت ہو جائے کی عورت کی شرم گاہ بند ہے یا مرد کا عضو تناسل کٹا ہوا ہے تو گواہوں پر حد (قذف) جاری ہونی چاہیئے۔ کیونکہ یقینی طور پر ان عورتوں نے ان مردوں کی ایسے معاملہ میں شہادت کو جھٹلا دیا

☆ امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے

جس سے اکثر مرد واقف نہیں ہو سکتے۔ اس لئے ان پر حد واجب ہوگی‘‘۔

ابن قدامہ کی اس وضاحت سے نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ شہادت کی بنا پر یہاں حدود کو ہٹا دیا گیا، اور ایک عورت کی اس شہادت کی بنا پر کہ ملزمہ کنواری تھی حد زنا کا نفاذ روک دیا گیا۔ اگر چہ اس بات کا احتمال موجود ہے کہ گواہ سچے ہوں، اس طرح کی بکارت (کنوارا پن) زائل ہونے کے بعد لوٹ آئی ہو تاہم یہ بات بعید از امکان ہے۔

گواہوں کے سچا ہونے کے احتمال سے، چاہے وہ احتمال بعید ہی تھا، ان پر نفاذ جو روک دیا گیا۔ اگر ان کا جھوٹ بغیر کسی احتمال کے ثابت ہو جاتا ہے مثلاً یہ کہ ملزمہ کی شرم گاہ بند ہوئی اور زانی اس تک نہ پہنچ سکتا، یا یہ ثابت ہو جاتا کہ اس کا عضو تناسل کٹا ہوا تھا، تو اس حالت میں ان کا جھوٹ یقینی ہو جاتا اور ان پر حد جاری ہوئی اور شبہ حد مانع نہیں ہوتا بلکہ زنا پر دلیل کا قطعی طور پر باطل ہونا مانع ہے۔

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ اگر چار آدمیوں نے کسی عورت یا کسی مرد پر زنا کی گواہی دی اور دوسرے چار آدمیوں نے یہ گواہی دی کہ یہ چار گواہ ہی زانی ہیں، تو گواہوں میں سے کسی فریق پر بھی حد جاری نہیں ہوگی۔ کیونکہ الزام کی دونوں قسموں پر شبہ پیدا ہو گیا۔ اور فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کے ملزم اول (یعنی وہ مرد یا عورت جس پر زنا کی تہمت تھی) پر حد جاری نہیں ہوگی، اور نہ ہی دوسرے گواہوں پر۔ اب سوال یہ ہے کہ پہلے گواہوں پر حد قذف ہے یا نہیں۔ امام ابو یوسف نے کہا ہے کہ ان پر حد ہے۔

ہماری رائے میں حق یہ ہے کہ گواہوں میں سے کسی فریق پر بھی حد ساقط نہیں ہوگی کیونکہ پہلے گواہوں کے بارے میں کوئی شبہ نہیں۔

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ نتیجہ نکلا کہ ثبوت میں ابتدا ہی میں سے کوئی شک و شبہ نہیں ہونا چاہئے اور نہ ہی وقوع جرم کا ثبوت فراہم کرنے میں کوئی شبہ ہونا چاہئے۔ خواہ شبہ نقص اقرار یا شہادت سے ہو، یا کسی خارج امر کے سبب، جیسے زنا کے دعویٰ میں بکارت کا ثابت کرنا اور اس پر شہادت دینا۔

اب ہم اثبات جرم میں شبہات کے دوسرے حصے کی طرف آتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ثبوت کا از اول تا آخر جاری و قائم رہنا ضروری ہے۔ فیصلہ سنانے اور اس کے نفاذ تک قطعی ثبوت کا وصف زائل نہیں ہونا چاہئے۔ اگر فیصلہ کے نفاذ سے پہلے کسی مرحلے میں بھی قطعیت کا وصف منقطع ہو جائے تو حد واجب نہ ہوگی۔ اگر گواہ اپنی گواہی سے پھر جائیں، چاہے یہ فیصلہ سنانے کے بعد اور

نفاذ سے پہلے ہو، تو حد ساقط ہو جائے گی۔ اس طرح اگر طریق اثبات جرم اقرار ہو، اور ملزم فیصلہ کے نفاذ اور اجرائے حد سے پہلے رجوع کرلے تو حد ساقط ہو جائے گی۔ اور ان پر حد قذف جاری کی جائے گی بشرطیکہ ایسا کوئی شبہ موجود نہ ہو جو تنفید حد سے مانع ہو۔ اگر چوری یا زنا کرنے کا ارتکاب کرنے والا اپنے اقرار سے رجوع کرلے اور اقرار کے سوا کوئی دوسرا طریقہ اثبات جرم کا نہ ہو، اثبات جرم میں شبہ پیدا ہونے کے سبب حد جاری نہیں کی جائے گی۔ بلکہ مناسب یہی ہے کہ حد نہ ہو، کیونکہ دلیل اثبات (اقرار) ہی ساقط ہوگئی۔

یہاں ایک اور بات قابل ذکر ہے، جس کا تعلق اقرار سے ہے۔ یعنی جب اقرار کرنے والا اپنا اقرار بیان کرے۔ وہ یہ ہے کہ اس کے لئے ضروری ہے کہ اقرار کی تکرار کرے یا اس کی ضرورت نہیں، وہ ایک بار اقرار پر اکتفا کرے، اور اس پر قائم رہے۔ حنفی فقہاء نے کہا ہے کہ گواہوں کی جتنی تعداد گواہی کے لئے ضروری ہو، اتنی ہی بار اقرار کرنا ضروری ہے۔ اگر حد کا جرم چار گواہوں سے ثابت ہوتا ہو تو چار بار اقرار کرے۔ اگر دو گواہوں سے ثابت ہوتا ہو تو دو بار اقرار کرے۔ حنفی فقہاء کی یہ رائے اس روایت پر مبنی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زنا کا اقرار کرنے والے کے ایک مرتبہ اقرار پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ اس سے بار بار پوچھا۔ یہاں تک کہ اس نے چار مرتبہ اقرار کرلیا، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مقرر کی طرف سے اقرار کی تکرار میں ایک مقصد پوشیدہ ہے وہ یہ ہے کہ یہ تکرار اس بات کو بتلاتی ہے کہ اقرار کرنے والا اپنے اقرار پر مصر ہے۔ اور اب اس بات کا احتمال باقی نہیں رہا کہ وہ اپنے اقرار سے رجوع کرے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بار بار پوچھنے سے ہم یہی سمجھتے ہیں کہ اس سے آپ کا مقصد اقرار کی تکرار کرانا تھا۔ یہ مسئلہ چونکہ زنا سے متعلق تھا۔ اس لئے آپ نے چار بار اقرار لیا، کیونکہ اقرار کی تکرار گواہوں کی تعداد کے برابر ہونی چاہئے تھی۔ اگر حد میں گواہوں کی تعداد دو ہو تو اقرار کی تکرار بھی دو بار ہوگی۔

کاسانی نے بدائع الصنائع میں کہا ہے کہ ہر وہ اقرار جو رجوع سے ثابت ہو جائے اور حکم کی شرط اس کا مقتضاء کے مطابق ہو کہ اقرار کرنے والا اپنے اقرار پر اصرار کرے، تو ایسے اقرار میں تکرار ضروری ہے، تاکہ یہ بات ثابت ہو جائے کہ نفاذ حکم سے پہلے وہ رجوع نہیں کرے گا۔

امام ابو حنیفہ اور بعض دوسرے فقہاء نے کہا ہے کہ زنا کے سوا کسی دوسرے جرم میں اقرار کو دہرانے کی کوئی شرط نہیں۔ کیونکہ زنا میں اقرار کو دہرانے کے لئے نص موجود ہے دوسرے جرائم میں

اس قسم کی کوئی نص نہیں اور ہمارے پاس ایسی نص نہیں ہے کہ کسی معین تعداد کے لئے حجت ہو۔ کمال الدین ابن ہمام نے ان دونوں رایوں کی مندرجہ ذیل الفاظ میں وضاحت کی ہے:

امام ابو داؤد نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ایسے چور کو پیش کیا گیا جس نے اعتراف جرم کیا تھا، مگر اس کے پاس مال مسروقہ موجود نہیں تھا۔ آپ نے کہا کہ میرے خیال میں تو نے چوری نہیں کی۔ اس نے عرض کیا جی نہیں۔ یا رسول اللہ میں نے محمد

آپ نے اس سے یہ اقرار دو مرتبہ کرایا۔

اس پر انہوں نے فرمایا کہ تم نے اپنے آپ پر دوبارہ گواہی دی۔ پھر اس پر حد جاری کی۔
سرقہ کے نصاب شہادت کے ساتھ اشتراک علت کے اقرار کا الحاق زنا کے نصاب شہادت کے ساتھ اقرار کے الحاق کی نظیر ہے۔ امام ابو حنیفہ کے رائے کی تائید میں یہ حدیث پیش کی جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص پیش کیا گیا۔ لوگوں نے کہا اس نے چوری کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے خیال میں اس نے چوری نہیں کی۔ اس نے عرض کیا جی نہیں۔ یا رسول اللہ میں نے چوری کی ہے۔ اس پر آپ نے حد جاری کی اشتراک علت کی بنا پر یہ قصاص کے ساتھ الحاق رہے۔ قذف کے ساتھ بھی ایسے ہی الحاق اس کا ہو سکتا ہے۔

اقرار کی تکرار میں جو اختلاف پایا جاتا ہے ہماری رائے میں اس سے تین باتیں معلوم ہوتی ہیں:

اول: حد زنا میں حکم کے سبب تکرار کی ضرورت پر اجماع ہے۔ نیز یہ کہ یہ چار مرتبہ ہونا چاہئے، کیونکہ یہ نص سے ثابت ہے۔

دوم: تمام فقہی مذاہب کا اس پر اتفاق ہے کہ قذف میں تکرار کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ بندہ کا حق ہے۔ اور اس لئے بھی کہ اقرار بغیر ثبوت کے بذات خود قذف ہے اس لئے یہاں تکرار کی ضرورت نہیں۔

سوم: چوری اور اس قسم کی دوسری برائیوں میں اختلاف میں تکرار ہونا چاہئے یا نہیں۔ بعض فقہاء نے زنا کے حکم پر قیاس کرتے ہوئے تکرار کو ضروری قرار دیا ہے۔ اگرچہ زنا کے معاملہ میں نص بھی موجود ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ رجوع کے خدشہ کے پیش نظر احتیاط ضروری ہے۔ اس لئے کہ اگر وہ اقرار میں متردد ہو تو اس کو رجوع کا موقع مل سکے۔

کسی سرزمین پر ایک حد کے نفاذ کی برکت وہاں چالیس روز نازل ہونے والی بارش کی برکت سے بہتر ہے

امام ابو حنیفہ اور فقہاء کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ اقرار میں تکرار کی ضرورت نہیں۔ زنا کے اقرار میں جو تکرار ثابت ہے وہ خلاف قیاس ہے۔ اس لئے کسی دوسرے مسئلہ کو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ نیز اس لئے بھی کہ اقرار اپنی ذات کے بارے میں خبر دینے کا نام ہے۔ اور اس میں تہمت کا کوئی امکان نہیں۔ اور اپنی ذات یا کسی ایسے فعل کے بارے میں میں خبر دینے میں کوئی شبہ بھی ہو تب بھی اس پر مواخذہ ہوگا۔ بشرطیکہ وہ بالغ وعاقل ہو، اور اپنے اقوال واعمال کا ذمہ دار اور جوابدہ ہو اور کسی کو اس پر اختیار یا قدرت نہ ہو۔ تعزیر (سزا) اور اکراہ (زبردستی) کے ہر گمان وامکان (مظنہ) سے خالی ہو۔ تو اس صورت میں اقرار بذاتہ ایک حقیقت ہے جو پیش آنے والے اس واقعہ کو ظاہر کرتا ہے۔

اور اقرار میں اصرار کا شرط ہونا اس بات کے لئے کوئی وجہ نہیں کہ وہ متعدد گواہوں کے قائمقام ہے۔ کیونکہ اس بات کی کوئی وجہ نہیں کہ وہ رجوع نہیں کرے گا۔ اگر بالفعل وہ رجوع بھی کرے تو ہم اقرار باطل کر دیں گے۔ لہٰذا بالفعل رجوع سے پہلے مفروضہ رجوع کو تسلیم کرنا اور اس پر احکام کو مرتب کرنا صحیح نہیں۔

دینی مدارس کے درجہ عالمیہ سے
فراغت پانے والے طلبہ کی توجہ کے لئے

آپ نے درجہ عالمیہ کے امتحان کے لئے ایک تحقیقی مقالہ لکھا ہوگا، اگر وہ کسی فقہی معاملہ پر ہے اور آپ چاہتے ہیں کہ وہ شائع ہو اور لوگ اس سے استفادہ کریں، تو آپ اپنے مقالہ کی کاپی ہمیں ارسال فرمائیں ......
اگر مقالہ تحقیقی اعتبار سے معیاری ہوا تو ہم اسے شائع کرنے کی ذمہ داری لیتے ہیں............ اور اگر آپ ہمیں اس کی سی ڈی بھجوادیں تو آپ نے کمپوزنگ وغیرہ پر جو رقم صرف کی ہو وہ بھی ہم ادا کر دیں گے...... (مجلس ادارت مجلہ فقہ اسلامی)

☆ قال الامام الشافعی رحمه الله تعالی : امن الناس علی فی الفقه محمد بن حسن